سلسلہ دعوات عبدیت کے

حصہ دوم کا

آٹھواں وعظ

غض البصر

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ عالم ربانی مولانا و مقتدانا حاجی

حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقی چشتی حنفی قدس سرہ

بہ تصحیح

محمد سراج الحق مچھلی شہری

ناشر

مکتبہ جامی و اخوانہ حسن منزل الہ آباد۔ ۳

باہتمام حاجی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد

صفر المظفر ۱۳۷۶ھ

فہرست مضامین وعظ غض البصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ ہشتم ملقب بہ غض البصر

اَیْنَ	مَتٰی	کَمْ	کَیْفَ	مَاذَا	مَنْ ضَبَطَ	اَلْمُسْتَمِعُوْنَ	اَشْتَات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۱۲ر شوال ۱۳۲۹ھ	۳ گھنٹے	بیٹھ کر	معصیت چشم	مولوی عبداللہ صاحب گنگوہی	تقریباً ۲۰۰	.

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ۝

ترجمہ آیۃ شریفہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتے ہیں اور جس شے کو سینے میں چھپاتے ہیں اُس کو بھی جانتے ہیں۔ یہ ایک آیۃ ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہیں اور معانی بہت ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک امر قبیح پر مطلع فرمایا ہے اور علاوہ اطلاع کے اس میں زجر بھی ہے اس کو اس وقت اس لئے اختیار کیا ہے کہ جس مرض کا اس میں بیان ہے آجکل اس میں بہت ابتلا ہے اور امراض میں سے وہی مرض متنبہ کرنے کے لئے لیا جاتا ہے جس میں ابتلا ہو اور مرض سے یہاں مراد معصیت ہے گو لوگ اس کو مرض سمجھیں کہ تعجب ہوگا کہ اس کو مرض کیوں کہا گیا لیکن بعد بیان حقیقت مرض کے اس کی وجہ سمجھ میں آجاوے گی مرض کی حقیقت ہے اعتدال سے مزاج کا خارج ہوجانا اور معصیت میں بھی قلب کا مزاج اعتدال سے خارج ہوجاتا ہے بلکہ یہ خروج عن الاعتدال جو قلب کے متعلق ہے زیادہ مضر ہے اس لئے کہ بدنی مرض کا انجام بہت سے بہت یہ ہے کہ مرجاوے گا اور مرنے سے بعض اوقات نفع ہوتا ہے کہ بہت سے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا ہے کیونکہ جس قدر آلام ہیں وہ اس بدن اور روح ہی کے تعلق کی وجہ سے ہیں دیکھئے مرض خدر یعنی سُن ہوجانے میں بدن کو اگر کاٹ ڈالیں تو کچھ بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور مفلوج کے فالج زدہ حصہ میں اگر سوئیاں بھی چبھوئیں تو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا کیونکہ روح کا تعلق بدن سے ویسا نہیں رہا باوجودیکہ اس حالت میں روح سے تعلق رہتا ہے گو وہ تعلق ضعیف سہی اور اس

ف معصیت بھی ایک مرض ہے

ف موت سے بہت سے امراض سے چھوٹ جاتا ہے

تعلق ہی کا اثر یہ ہے کہ وہ عضو گلتا سڑتا نہیں جیسے مُردہ کا بدن گل جاتا ہے اور جب کہ بالکل ہی روحی مفارقت ہو جاوے اور یہ تعلق ضعیف بھی نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ بطریق اولیٰ تکلیف نہ ہوگی یعنی جو مفہوم تکلیف کا ہمارے نزدیک ہے اور جو معنی متبادر الم کے ہیں وہ نہ ہوگی ہاں دوسرے دلائل سے معلوم ہوا کہ روح کو بعد مفارقت جسم کچھ تاذی ہوتی ہے جیسا کہ بعض نصوص میں ہے کہ مُردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسا زندہ کی ہڈی توڑنا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فعل سے روح کو کچھ الم ہوتا ہے مگر جس قسم کا الم روح کے تعلق مع الجسم کی حالت میں ہڈی توڑنے سے روح کو ہوتا ہے وہ الم نہیں ہوتا اس کو ایک مثال کے ضمن میں سمجھنا چاہیئے کہ مثلاً زید کے بدن کو اگر مارا جاوے تو اس کو تکلیف ہوگی اور زید کی رضائی اُتار کر چولھے میں رکھدی جاوے تب بھی تکلیف ہوگی مگر دونوں تکلیفیں جُدا جُدا ہیں پس روح کے مفارق ہونے کے بعد روح کو ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے رضائی جلانے سے زید کو ہوئی اور اس تکلیف کی وجہ بھی وہی تعلق سابق ہے جو بدن کے ساتھ اس کو تھا وہ تعلق اس کو مستحضر ہوتا ہے اس لئے تکلیف ہوتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب روح مفارق ہو جاتی ہے تو کوئی الم نہیں رہتا اس وقت ایک لطیفہ یاد آیا ایک طبیب کی تعریف کی گئی کہ یہ بڑے اچھے حکیم ہیں ان کے علاج سے مرض ہی نہیں رہتا یعنی مریض ہی نہیں رہتا جو مرض رہے کیونکہ مرض نہ رہنے کی دو صورتیں ہیں یا تو مریض رہے اور تندرست ہو جاوے یا یہ کہ مریض ہی چل دے جیسے کسی افیونی کی ناک پر مکھی آکر بیٹھی اُس نے اُڑا دیا وہ پھر آبیٹھی جب کئی بار اُڑانے سے نہ گئی تو آپ نے چھری لے کر ناک اُڑا ڈالی اور کہا وہ اڈا ہی نہیں رہا جس پر اب بیٹھے گی خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے نہ زکام رہتا ہے نہ کھانسی نہ بخار نہ فکر نہ رنج سب بلائیں اور آلام دور ہو جاتے ہیں بالکل سکون ہو جاتا ہے سکون کے لفظ پر ایک شرعی لطیفہ یاد آیا اور وہ حکیمانہ لطیفہ ہے اور وہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی بی بی ام سلیم رضؓ کا قصہ ہے ان دونوں میاں بی بی کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے ایک مرتبہ اُن کا ایک بچہ بیمار ہو گیا حضرت ابو طلحہ رضؓ ہمیشہ آکر بی بی سے اُس کا حال پوچھتے ایک روز وہ بچہ انتقال کر گیا حضرت ابو طلحہ رضؓ اُس وقت باہر تھے بی بی نے یہ خیال کیا کہ اگر میں اب اطلاع کروں گی تو شب کا وقت ہے نہ کھانا کھائیں گے اور نہ اُن کو نیند آئے گی خواہ مخواہ بیچین ہوں گے اس لئے مناسب ہے کہ اس وقت اطلاع ہی نہ کی جائے حقیقت میں دین عجب شئے ہے تمام عمر کی اصلاح کر دیتا ہے حضرت ابو طلحہ رضؓ جب باہر سے تشریف لائے تو حسب عادت دریافت فرمایا کہ بچہ کیسا ہے اب یہ وقت بڑے امتحان کا تھا اگر سچ بولیں تو وہ مصلحت فوت ہوتی ہے اور جھوٹ میں شرعاً گناہ حقیقت میں بڑی کشمکش کا وقت تھا لیکن دین فہم کو تیز کر دیتا ہے چنانچہ من جانب اللہ ایک جواب اُن کو القا ہوا فرمایا کہ اب تو اُس کو سکون ہے آرام ہے اس لئے کہ موت سے بڑھ کر کوئی سکون اور آرام نہیں ہے اس لئے کہ آرام و راحت کی دو صورتیں ہیں دفع مضرت یا جلبِ منفعت دونوں حالتوں میں عرفاً آرام سے ہونا کہا جاتا ہے موت میں دونوں چیزیں موجود ہیں دفع مضرت بھی ہے و ہو ظاہر اور جلبِ منفعت یہ ہے کہ موت سے وصول الی المحبوب الحقیقی

روح کو بعد مفارقت جسم بھی تاذی ہوتی ہے

حضرت ابو طلحہ رضؓ کا قصہ

ہوتا ہے یہ خاص مسلمانوں کے لئے ہے ایک لطیفہ یاد آیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو جیسا کہ ایک اعرابی نے مجھ کو تسلی دی ایسی کسی نے نہیں دی سچ یہ ہے کہ دیندار خواہ گاؤں کا ہو یا شہر کا اُس کا فہم چونکہ دین کی وجہ سے درست ہوجاتا ہے اس لئے وہ حقائق امور کو خوب سمجھتا ہے وہ مضمون تسلی کا یہ ہے۔ اصبرنکن بك صابرین فانما۔ صبرالرعیۃ بعد صبرالراس خیر من العباس اجرك بعدہ۔ واللّٰہ خیر منك للعباس مطلب یہ ہے کہ اب صبر کیجئے ہم بھی آپ کی وجہ سے صبر کریں گے کیونکہ چھوٹوں کا صبر بڑے کے صبر کے بعد ہوتا ہے اور اس واقعہ میں تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوا بلکہ نفع ہی ہے اور وہ نفع یہ ہے کہ تم کو ثواب ملا اور وہ ثواب تمہارے لئے حضرت عباسؓ سے بہتر ہے اور حضرت عباسؓ کا بھی کچھ نقصان نہیں ہوا اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مل گئے اور اللہ تعالیٰ عباسؓ کے لئے تم سے بہتر ہے یعنی تمہارے پاس رہنے سے اللہ کے پاس رہنا بہتر ہے یہ عجیب مضمون ہے حقیقت میں موت ایسی ہی آرام کی شئے ہے حدیث میں آیا ہے کہ موت مومن کا تحفہ ہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ اس سے بھاگتا ہے وجہ اُس کی یہ ہے کہ اُس عالم کو دیکھا نہیں موت ایک ریل گاڑی کی طرح ہے جیسے گاڑی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتی ہے اُسی طرح موت اس عالم سے دار آخرت میں پہنچا دیتی ہے جب گاڑی میں آدمی بیٹھا ہوتا ہے تو اُس کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ میرے لئے وہاں کیا کیا تیار ہو رہا ہے جب ریل سے اسٹیشن پر اُترے دیکھا تو وہاں طرح طرح کے سامان ہیں ایک مخلوق استقبال کے لئے کھڑی ہے اقسام اقسام کی نعمتیں کھانے پینے کی موجود ہیں تو اُس وقت جانتا ہے کہ اللہ اکبر یہاں تو ہمارے لئے بڑا سامان ہے اور جہاں سے آیا تھا وہ سب اُس کی نظر میں ہیچ معلوم ہوتا ہے بلکہ اُس کا خیال تک بھی نہیں آتا اسی طرح اس دُنیا کا حال ہے کہ اس وقت یہاں کچھ خبر نہیں لیکن جب یہاں سے رحلت ہوگی تو انشاءاللہ تعالیٰ وہاں دیکھ لیں گے کہ یہاں ہمارے لئے کیا نعمتیں ہیں اور بزرگوں نے بصر سے یا بصیرت سے دیکھا ہے اس لئے اُن کی نظر میں دُنیا کی کوئی وقعت نہیں ہے دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ماں کے رحم کو اس دُنیا کے ساتھ ہے جیسے بچہ اپنی رضامندی سے دُنیا میں نہیں آتا اسی طرح آدمی وہاں جانا نہیں چاہتا اور جیسے بچہ ماں کے رحم ہی کو سمجھتا ہے کہ تمام جہان یہی ہے اور آگے اُس کی نظر ہی نہیں جاتی اور جب ماں کے رحم سے نکلتا ہے تو حقیقت معلوم ہوتی ہے اسی طرح ہم لوگ جب یہاں سے جاویں گے تو اس دُنیا کی حقیقت معلوم ہوگی۔ بہرحال موت ہر طرح سکون اور آرام کی شئے ہے اسی واسطے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب اُس کو سکون ہے اس کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا اور پھر اُن کو بی بی کے پاس جانے کی رغبت ہوئی اور بی بی کا حال یہ کہ ظاہر میں تو جو کچھ میاں کہتے تھے اُن کی رضامندی کے واسطے سب کچھ کر رہی تھیں مگر اندر جو کچھ تھا وہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا غرض میاں تو فارغ ہوکر سو رہے اور بی بی کو کیا نیند آئی ہوگی صبح کے وقت جب حضرت ابوطلحہؓ نماز پڑھ کر تشریف لائے تو بی بی نے پوچھا کہ بھلا ایک بات تو بتلاؤ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی

لطیفہ متعلق تعزیت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

موت مومن کا تحفہ ہے

رجوع بواقعہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

امانت رکھ دے تو جب وہ اپنی امانت مانگے تو ہنسی خوشی دینا چاہیئے یا ناک منہ چڑھانا چاہیئے انھوں نے فرمایا کہ نہیں ہنسی خوشی دینا چاہیئے کہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت لے لی۔ اب تم صبر کرو میاں ناراض بھی ہوئے کہ رات تم نے خبر نہ کی فرمایا کہ کیا نفع تھا تم پریشان ہوتے مجھے اس پر یہ قصہ یاد آیا تھا کہ انھوں نے موت کا نام سکون رکھا

حاصل یہ کہ امراض بدنیہ کا انتہائی انجام موت ہے اور موت چونکہ قاطع تمام مصائب کی ہے اس لئے کچھ مضر نہیں مگر پھر بھی امراض بدنیہ کا اس قدر اہتمام ہوتا ہے جس کی کوئی حد نہیں بخلاف مرض روحانی کے جس کی حقیقت ہے حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا اور اعتدال سے خارج ہوجانا کہ اس کا انجام وہ ہلاکت ہے جس کی نسبت فرمایا ہے لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی جس کا نام جہنم ہے اگر موت آجاتی تو سب قصے ختم ہوجاتے مگر وہاں موت بھی نہیں پس جس مرض کا انجام صرف ہلاکت بدن ہے اس کو جب قابل اہتمام سمجھتے ہیں تو جس مرض کا نتیجہ ہلاکت ابدی یا مدید شدید ہے کیا وہ قابل اہتمام نہیں کیا اس کو مرض نہ کہا جاوے گا مگر حالت یہ ہے کہ زکام ہوجاوے تو حکیم جی کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور صدہا روحانی امراض میں مبتلا ہیں اور کچھ پرواہ نہیں اور یوں تو ہر معصیت قابل اہتمام و فکر ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ وہ معصیت زیادہ قابل فکر ہے جس کو خفیف سمجھا جاوے کسی نے بقراط سے پوچھا تھا کہ امراض میں کونسا زیادہ شدید ہے کہا کہ جس مرض کو خفیف سمجھا جاوے وہ بہت اشد ہے اسی طرح جس گناہ کو ہلکا سمجھا جاوے وہ بہت شدید ہے اس لئے کہ وہ لاعلاج ہے سو منجملہ ایسے امراض کے ایک مرض یعنی گناہ وہ ہے جس کا اس آیۃ کریمہ میں ذکر ہے اور اسی واسطے اس کو اس وقت اختیار کیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ الخ خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں دو گناہوں کا ذکر فرمایا ہے آنکھوں کے گناہ کو اور دل کے گناہ کو اور یوں تو آنکھوں کے بہت سے گناہ ہیں لیکن یہاں ایک خاص گناہ کا ذکر ہے وہ کیا ہے بدنگاہی اسی طرح دل کے بہت سے گناہ ہیں لیکن یہاں بقرینہ سباق خاص گناہ کا ذکر ہے یعنی نیت بری ہونا ان دونوں گناہوں کو لوگ گناہ سمجھتے ہیں لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ جس درجہ ان کی مضرت ہے اس قدر نہیں سمجھتے چنانچہ گناہ کا ادنیٰ اثر یہ ہونا چاہیے کہ دل تو میلا ہوجائے مگر اس گناہ کے بعد دل بھی میلا نہیں ہوتا بہت خفیف سمجھتے ہیں کسی عورت کو دیکھ لیا کسی لڑکے کو گھور لیا اس کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان کو دیکھ لیا یا کسی پھول کو دیکھ لیا اور یہ گناہ وہ ہے کہ اس سے بڈھے بھی بچے ہوئے نہیں ہیں بدکاری سے تو بہت محفوظ ہیں کیونکہ اس کے لئے بڑے اہتمام کرنے پڑتے ہیں اول تو جس سے ایسا فعل کرے وہ راضی ہو اور روپیہ بھی پاس ہو اور نیز حیا و شرم بھی مانع ہو غرض اس کے لئے شرائط بہت ہیں اسی طرح موانع بھی بہت ہیں چنانچہ کہیں تو یہ امر مانع ہوتا ہے کہ اگر کسی کو اطلاع ہوگئی تو کیا ہوگا کسی کو خیال ہوتا ہے کہ کوئی بیماری نہ لگ جاوے کسی کے پاس روپیہ نہیں ہوتا کسی کو اس کی وضع مانع ہوتی ہے چونکہ موانع زیادہ ہیں اس لئے کوئی شائستہ آدمی خصوصاً جو دیندار سمجھے جاتے ہیں اس میں بہت کم مبتلا ہوتے ہیں بخلاف آنکھوں کے گناہ کے اس میں

امراض بدنیہ و روحانیہ کا فرق اور اشدیت مرض روحانی

بدنگاہی اور نیت کی برائی اور دیگر لوگ اس کو بہت خفیف سمجھتے ہیں

سامان کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ نہ اس میں ضرورت روپیہ کی اور نہ اس میں بدنامی کیونکہ اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے کہ کیسی نیت ہے کسی کو گھور لیا اور مولوی صاحب مولوی صاحب رہتے ہیں اور قاری صاحب قاری صاحب رہتے ہیں نہ اس فعل سے اُن کی مولویت میں فرق آتا ہے اور نہ قاری صاحب کے قاری ہونے میں کوئی دھبہ لگتا ہے اور گناہوں کی خبر تو اوروں کو بھی ہوتی ہے مگر اس کی اطلاع کسی کو نہیں ہوتی معصیت کرتے ہیں اور نیکنام رہتے ہیں لڑکوں کو گھورتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو بچوں سے بڑی محبت ہے جب کہ آنکھوں کے گناہ میں اطلاع نہیں ہوتی تو دل کے گناہ پر تو کیسے ہو سکتی ہے اور جن کو اطلاع ہوتی بھی ہے وہ حضرات ایسے متحمل اور ظرف والے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں کرتے۔

(حاشیہ: بزرگوں کی پردہ پوشی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور وہ کسی کو بُری نگاہ سے دیکھ کر آیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطاب خاص سے تو اُس کو کچھ نہ فرمایا لیکن یہ فرمایا۔ مابال اقوام یترشح الزنا من اعلینھم۔ یعنی لوگوں کا کیا حال ہے کہ اُن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے تو یہ عنوان ایسا ہے کہ اس میں رسوائی کچھ نہیں لیکن جو کرنے والا ہے وہ سمجھ جائے گا کہ مجھے فرما رہے ہیں اہل کشف نے لکھا ہے کہ بدنگاہی سے آنکھوں میں ایک ایسی ظلمت ہو جاتی ہے کہ جسکو تھوڑی سی بصیرت ہو وہ پہچان لے گا کہ اس شخص کی نگاہ پاک نہیں ہے اگر دو شخص ایسے لئے جاویں کہ عمر میں حسن و جمال میں اور ہر امر میں وہ برابر ہوں فرق اُن میں صرف اس قدر ہو کہ ایک فاجر ہو دوسرا متقی ہو جب چاہے دیکھ لو متقی کی آنکھ میں رونق اور دلفریبی ہوگی اور فاسق کی آنکھ میں ایک قسم کی ظلمت اور بے رونقی ہوگی لیکن اہل کشف خصوصیت سے کسی کو کہتے نہیں بلکہ عیب پوشی کرتے ہیں اس پر مجھے مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت یاد آئی شاہ صاحب مسجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے تھے ایک مرتبہ حسب معمول حدیث کا درس ہو رہا تھا کہ ایک طالب علم وقت سے دیر کر کے سبق کے لئے آئے حضرت شاہ صاحب کو منکشف ہو گیا کہ یہ جنبی ہے غسل نہیں کیا وہ طالب علم معقولی تھے معقولی ایسے ہی لاپرواہ ہوتے ہیں شاہ صاحب نے مسجد سے باہر ہی روک دیا اور فرمایا کہ آج تو طبیعت سست ہے جمنا پر چل کر نہائیں گے سب لنگیاں لے کر چلو سب لنگیاں لیکر چلے اور سب نے غسل کیا اور وہاں سے آکر فرمایا کہ ناغہ مت کرو کچھ پڑھ لو وہ طالب علم ندامت سے پانی پانی ہو گیا اہل اللہ کی یہ شان ہوتی ہے کیسے لطیف انداز سے اُس کو امر بالمعروف فرمایا اور جب بزرگوں کی شان معلوم ہو گئی کہ وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے تو اب مستفیدین کو بھی چاہیئے کہ ایسے شیوخ سے اپنے عیب کو نہ چھپایا کریں اس لئے کہ عیب ظاہر نہ کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو خوف ہوتا ہے کہ یہ ہم کو حقیر سمجھیں گے سو ان حضرات میں نہ تو یہ بات ہے کہ کسی کو حقیر سمجھیں اس لئے کہ یہ حضرات سوائے اپنے نفس کے کسی کو حقیر نہیں سمجھتے اور یا یہ خوف ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع کر دیں گے سو نہ ان حضرات میں یہ بات ہے اس لئے اُن سے صاف کہدینا چاہیئے مگر یہ اظہار معالجہ کے لئے ہے

(حاشیہ: بدنگاہی سے آنکھ میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے)

(حاشیہ: شاہ عبد القادر صاحبؒ کی حکایت متعلق پردہ پوشی)

نہ کہ بلاضرورت کیونکہ بلاضرورت گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور بضرورت ظاہر کرنے کے حق میں حضرت عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎ چنداں کہ گفتم غم باطبیباں + درماں نکردند مسکیں غریباں - ما حال دل را با یار گفتیم + نتواں نہفتن درد از حبیباں - یعنی بیماری کا حال طبیبوں سے جتنا بھی کہا اور ان غریب مسکینوں نے کچھ علاج کیا۔ آخر ہم نے اپنے دل کا حال یار سے جا کہا اور درد کو محبوب سے چھپانا نہ چاہیے ۱۲ سراج - غرض چونکہ وہ لوگ کسی کو فضیحت نہیں کرتے اور جو فضیحت کرنے والے ہیں اُن کو اطلاع نہیں ہوتی اس لیے یہ گناہ بدنگاہی کا اکثر چھپا ہی رہتا ہے اس لئے لوگ بے دھڑک اس کو کرتے ہیں پھر زنا و دیگر معاصی مثل سرقہ وغیرہ میں تو ضرورت اس کی بھی ہے کہ قوت وطاقت ہو اس میں اس کی بھی ضرورت نہیں اس لیے بوڑھے بھی اس میں مبتلا ہیں - دیکھیے بوڑھا اگر عاشق ہو جاوے اور قابو بھی چل جاوے تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اس لیے کہ وہ قوت ہی نہیں ہے مگر آنکھوں کے سینکنے میں تو اس کی بھی ضرورت نہیں خواہ لب گور ہی ہو جاویں - مجھ سے ایک بوڑھے آدمی ملے اور وہ بہت متقی تھے انھوں نے اپنی حالت بیان کی کہ میں لڑکوں کو بُری نظر سے دیکھنے میں مبتلا ہوں ایک اور بوڑھے تھے وہ عورتوں کے گھورنے میں مبتلا تھے اور یہ مرض اول جوانی میں پیدا ہوتا ہے بلکہ سب گناہوں کی یہی شان ہے کہ اول جوانی میں تقاضے کی وجہ سے کیا جاتا ہے پھر وہ مرض اور روگ لگ جاتا ہے اور لب گور تک نہیں جاتا جیسے حقہ کہ اول کسی مرض کی وجہ سے پینا شروع کیا تھا مگر پھر یہ مرض لگ جاتا ہے اور شغل ہو جاتا ہے لیکن جوان اور بوڑھے میں فرق یہ ہے کہ جوان آدمی تو معالجہ کے لئے کسی سے کہہ بھی دیتا ہے اور بوڑھا آدمی شرم کی وجہ سے کسی سے کہتا بھی نہیں - پس اس کے مخفی رہنے اور خفیف ہونے کی وجہ سے اس میں کثرت سے ابتلا واقع ہے اسی واسطے فرماتے ہیں یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور - یعلم کا لفظ دال ہے کہ اور لوگ اس سے واقف نہیں ہیں ہم ہی واقف ہیں مطلب یہ ہے کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے اس گناہ کی کسی کو خبر نہیں یہ صحیح نہیں ایسے کو خبر ہے کہ جس کو خبر ہو جانا غضب ہے اس لئے کہ اس کو تم پہ پوری قدرت ہے ا۔ اس گناہ کو ذکر فرما کر اس کی سزا بیان نہیں فرمائی بخلاف دیگر معاصی کے کہ اُن کی سزا ساتھ ساتھ بیان فرما دی ہے اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ طبائع ہم لوگوں کی مختلف ہیں بعض طبائع تو ایسی ہوتی ہیں کہ اُن کو سزا ہونا مانع اور زاجر ہوتا ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جو بے حیا و بے شرم ہیں کہ جوتوں سے ڈرتے ہیں اور بغیر جوتیوں کے خواہ کسی کو خبر ہو جاوے اُن کو کچھ باک نہیں اور بعض طبائع ایسی ہوتی کہ سزا کی اگر اطلاع ہو جائے تو رُکاوٹ کم ہوتی ہے لیکن اس سے وہ گڑ جاتے ہیں کہ فلاں کو خبر ہو جاوے گی بالخصوص جب یہ معلوم ہو جاوے کہ ہمارا یہ جرم معاف بھی ہو جاوے گا تو اور بھی زیادہ عرق عرق ہو جاتے ہیں کیا خوب کہا ہے ؎

تصدق اپنے خدا کے جاؤں کہ پیار آتا ہے مجھکو انشا ادھر سے ایسے گناہ پیہم اُدھر سے وہ دمبدم عنایت

اسی بنا پر ایک آیۃ کی تفسیر یاد آگئی وہ یہ کہ غزوہ احد کے قصہ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو حضور کے حکم میں

بدنگاہی کو خفیف سمجھنے کی وجوہ

تفسیر آیت یعلم خائنۃ الاعین و نکات

تفسیر عجیب آیت اذ تصعدون

کچھ خطا واقع ہوئی تھی وہ یہ کہ جس ناکہ پر حضور نے ثابت اور قائم رہنے کا امر فرمایا تھا بوجہ خطا اجتہادی کے اُس پر قائم نہ رہے اُس کے بارہ میں ارشاد ہے اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک غم دیا بہ سبب اس کے کہ ہمارے رسولؐ کو تم نے غم دیا اور غرض اس غم دینے کی یہ فرمائی تاکہ تم لوگ غمگین نہ ہو تو بظاہر یہ فہم میں نہیں آتا کہ غم تو اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ حزن ہو نہ کہ اس لئے کہ غم نہ ہو اسی واسطے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ لا زایدہ ہے مطلب یہی ہے کہ غم اس لئے دیا تاکہ تم کو حزن ہو۔ لیکن الحمدللہ میری سمجھ میں اس کی تفسیر ایسی آئی ہے کہ اُس تقدیر پر لا ماننے کی ضرورت نہیں ہے اور معنی بے تکلف درست ہیں وہ یہ کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حق تعالیٰ سے نہایت شرماتے تھے جب اُن سے یہ خطا واقع ہوئی تو اُن کا جی چاہتا تھا کہ ہم کو سزا اس کی دُنیا میں مل جائے تو ہماری طبیعت صاف ہو جاوے اور اپنے مالک حقیقی سے سرخرو ہو جائیں اگر سزا نہ ہوتی تو ساری عمر رنجیدہ رہتے اور یہ غم اُن کے نزدیک نہایت جانکاہ و جان فرسا تھا اس بنا پر یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو اس خطا کی یہ سزا دے دی تاکہ تم کو غم نہ ہو غرض کہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو سزا کا نام سُن کر رُکتے ہیں اور ایک وہ جو صرف اطلاع کی خبر دینے سے شرماتے ہیں اور اُس کام کے قریب نہیں جاتے تو جو بے حیا تھے وہ تو یوں رُکے کہ یعلم میں اشارہ سزا کی طرف بھی ہے چنانچہ مفسرین ایسے مقام پر فیجازیکم بہ فرماتے ہیں اور دوسرے مذاق والے اس لئے رُکے کہ شرم سے گڑ گئے کہ اللہ اکبر وہ جانتے ہیں بہر حال یہ دونوں مذاق والوں کے لئے وعید ہے اس تمام تر تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ مرض نہایت اہتمام کے قابل ہے اب ہم کو اپنی حالت دیکھنا چاہئے کہ ہمارے اندر اس معصیت سے بچنے کا کتنا اہتمام ہے میں دیکھتا ہوں کہ شاید ہزار میں ایک اس سے بچا ہوا ہو ورنہ ابتلائے عام ہے اور اس کو نہایت درجہ خفیف سمجھتے ہیں جو جوان ہیں اُن کو تو اس کا احساس ہوتا ہے اور جن کی قوت شہویہ ضعیف ہو گئی ہے اُن کو احساس بھی نہیں ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو تو شہوت ہی نہیں اس لئے کچھ ہرج نہیں ہے سو اُن کو مرض کا بھی پتہ نہیں لگتا اور بعضوں کو اور دھوکہ ہوتا ہے وہ یہ کہ شیطان بہکاتا ہے کہ جیسے کسی پھول اچھے کپڑے اچھے مکان وغیرہ کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے ایسے ہی اچھی صورت دیکھنے کو بھی دل چاہتا ہے سو یہ بالکل دھوکہ ہے یاد رکھو کہ رغبت کے مختلف انواع ہیں جیسی رغبت پھول کی طرف ہے ویسی انسان کی طرف نہیں اچھے کپڑے کو دیکھ کر کبھی جی نہیں چاہتا کہ اس کو گلے لگا لوں چمٹا لوں انسان کی طرف ایسی ہی رغبت ہوتی ہے ایک دھوکہ اور ہوتا ہے وہ یہ کہ بعضے یہ کہتے ہیں جیسے اپنے بیٹے کو دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ گلے لگا لوں اسی طرح دوسرے کے بچے کو دیکھ کر بھی ہمارا یہی جی چاہتا ہے صاحبو کھلی ہوئی بات ہے اپنے سیانے بچہ اور دوسرے کے سیانے لڑکے میں بڑا فرق ہے اپنے لڑکے کو گلے لگانا چمٹانا اور طرح کا ہے اُس میں شہوت کی آمیزش ہرگز نہیں اور دوسرے کے لڑکے کی طرف اور قسم کا میلان ہے کہ اُس میں گلے لگانے سے بھی آگے بڑھنے کو بعض کا جی چاہتا ہے محبوب کی جدائی میں اور طرح کا

ابتلائے عام کی صورتیں

رغبت کی انواع

رنج ہوتا ہے اور لڑکے کی جدائی میں اور قسم کا اور لڑکوں کی رغبت تو اور بھی سم قاتل ہے نصوص میں تو اس کی حُرمت ہے ہمارے بزرگوں نے بھی جو اُس کے آثار لکھے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی سخت بلا ہے ایک بزرگ مطلق نظر کے لئے فرماتے ہیں النظر سہم من سہام ابلیس یعنی نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے حضرت ابوقاسم قشیری دونوں امام امرکی نسبت فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے امردوں اور عورتوں کی مخالطت رہزن ہے ایک بزرگ کا خاص امردوں کے حق میں قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی بارگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں اُس کو لڑکوں کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں غرض یہ نہایت مضرت کی چیز ہے اور دوسرے معاصی اور بدنگاہی کی معصیت میں ایک اور فرق ہے وہ یہ کہ صدور کے بعد سب گناہوں کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور دل بھر جاتا ہے مگر بدنگاہی ایسی شے ہے کہ جب صادر ہوتی ہے اور زیادہ تقاضا ہوتا ہے کہ اور دیکھو آدمی کھانا کھاتا ہے سیر ہو جاتا ہے پانی پیتا ہے پیاس بجھ جاتی ہے مگر یہ نظر ایسی بلا ہے کہ اس سے سیری نہیں ہوتی ہے اس حیثیت خاص سے یہ تمام گناہوں سے بڑھ کر ہے۔ بعضے لوگ اس کو سمجھتے ہیں کہ اس سے خُدا کا قرب ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم خدا کی قدرت دیکھتے ہیں مگر نرا شیطانی دھوکہ ہوتا ہے شیخ شیرازی نے ایسے ہی لوگوں کے جواب میں ایک حکایت تحریر فرمائی ہے فرماتے ہیں۔

بدنگاہی اور دوسری گناہوں میں فرق

بعضے امردوں کی رغبت کو خدا کے قرب کا واسطہ سمجھتے ہیں

یکے صورتِ دید صاحب جمال — بگردیدش از شورشِ عشق حال
برانداخت بیچارہ چنداں عرق — کہ شبنم برآرد بہشتی ورق
گذر کرد بقراط بروے سوار — بپرسید کیں را چہ اُفتاد کار
کسے گفتش ایں عابدِ پارساست — کہ ہرگز خطائے ز دستش نخاست
ببرداشت خاطر فریبے دلش — فرو رفتہ پائے نظر در گلش
نہ ایں نقش دل می رباید ز دست — دل آں می رباید کہ ایں نقش بست

بقراط جواب دیتا ہے

نگارندہ را خود ہمیں نقش بود — کہ شوریدہ را دل بیغما ربود
چرا طفل یک روزہ ہوشش نبرد — کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خُرد
محقق ہماں بیند اندر ابل — کہ در خوبرویانِ چین و چگل

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھکو اونٹ اور انسان صاحبِ جمال دونوں برابر ہیں وہ کاذب ہے آدمی اپنی طبیعت کا خود اندازہ کرسکتا ہے اور یہ میلان جس کو عشق کہتے ہیں عشق نہیں ہے یہ شہوت ہے ایک صاحب فرماتے ہیں ؎ ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود + ایں فساد از خوردنِ گندم بود
یہ جو لوگوں کا عشق ہے یہ عشق نہیں ہے یہ سارا فساد روٹیوں کا ہے ایسے لوگوں کو چار روز تک روٹی نہ ملے

اُس کے بعد پوچھا جاوے کہ روٹی لاؤں یا لڑکا لاؤں یہ کہے گا کہ لڑکا اپنی ایسی تیسی میں جاوے روٹی لاؤ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مُلّا جامی نے تو عشق مجازی کا امر کیا ہے اور حکایت لکھی ہے کہ کسی بزرگ کے پاس کوئی طالب گیا تھا اُنھوں نے کہا کہ عاشق ہو کر آؤ اور آگے لکھتے ہیں ؎ متاب از عشق رو گرچہ مجازیست + کہ آں بہرِ حقیقت کارسازیست اگر اول الف با تا نخوانی + ز قرآں حرف خواندن کے توانی (عشق مجازی سہی مگر اس سے منہ نہ موڑو کیونکہ اس سے عشق حقیقی کا کام بنتا ہے۔ الف بے نہ پڑھو گے تو قرآن کیسے پڑھ سکو گے ۱۲ سراج) اس سے بعضے نادانوں نے سمجھا کہ جب تک کسی رنڈی کسی لونڈے کو قبلہ توجہ نہ بنایا جاوے اُس وقت تک عشق حقیقی نہ میسر ہوگا بڑی غلطی اور سخت کم فہمی ہے میں اس کا مطلب عرض کرتا ہوں بات یہ ہے کہ اصلی مقصود طالب کا تو یہ ہے کہ جملہ تعلقات قطع کر کے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہو تو اس کے دو جز ہیں تعلقات مخلوق سے قطع کرنا اس کو تو اصطلاح میں فصل کہتے ہیں اور دوسری طرف تعلق پیدا ہونا اس کو وصل یعنی فصل و وصل کہتے ہیں اور یہ تعلقات ہی فاصل و حاجب بن رہے ہیں اگر یہ درمیان سے اٹھ جاویں تو وصل ہی وصل ہے شیخ فرماتے ہیں۔ تعلق حجابست و بے حاصلی + چو پیوند ہا بگسلی واصلی (یہ تعلقات ہی حجاب ہیں اور محرومی کا باعث ہیں تعلقات ختم کرو تو تم واصل ہو جاؤ ۱۲ سراج) پس مقصود انقطاع عما سوی اللہ ہے جب یہ ہو جاوے تو قصہ سہل اور اس انقطاع کی تحصیل کے لئے بزرگوں نے مختلف معالجے اور تدبیریں فرمائی ہیں مقصود ایک ہی ہے صرف طرق مختلف ہیں اُن میں سے ایک طریق تو ہے کہ جس جس مخلوق سے تعلق ہو اور جو مرض ہو اُس کو قلب سے ایک ایک کر کے زائل کر دیا جاوے چنانچہ متقدمین کا یہی طریق تھا لیکن اس طریق کے اندر سخت مشقت تھی اس لئے کہ مثلاً کسی شخص کو دس چیزوں سے تعلق ہے مکان سے باغ سے اولاد وغیرہ سے اور دس ہی اُس کو مرض ہیں کینہ حسد تکبر وغیرہ تو سب کا بالتفصیل علیحدہ علیحدہ معالجہ کیا جاوے اس کے لئے عمر نوح چاہیئے اور پھر بھی بیخ کنی ان امراض کی نہ ہوگی اس مشقت کو دیکھ کر بالہام حق پچھلے بزرگوں نے ایک طریقہ ایجاد کیا ہے جیسے طبیب مشفق کی شان ہوتی ہے کہ مریض اگر کڑوی دوا سے ناک مُنہ چڑھاتا ہے تو وہ اُس کو کسی اچھی تدبیر سے کھلا دیتا ہے یا بدل دیتا ہے ایسے ہی اُنھوں نے دیکھا کہ مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار چیزوں سے تعلق ہے تو اگر ایک ایک شے سے تعلق چھڑایا جاوے تو بہت مُدت صرف ہوگی کوئی تدبیر ایسی ہونا چاہیئے کہ ایک دم سے سب کا خاتمہ ہو جائے جیسے کسی مکان میں کوڑا بہت ہو تو اُس کی صفائی کا ایک طریق تو یہ ہے کہ ایک ایک تنکا لیا اور پھینک دیا اسی طرح سب تنکے اور کوڑا مکان سے باہر پھینک دیا جاوے اس میں تو بڑا وقت صرف ہوگا اور ایک طریق یہ ہے کہ جھاڑو لے کر تمام تنکوں کو ایک جگہ جمع کر کے پھینک دیا تو ایسے ہی یہاں بھی کوئی جھاڑو ہونا چاہیئے کہ سب تعلقات کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر دیوے پھر اُس ایک کا ازالہ کر دیا جاوے چنانچہ اُن کی سمجھ میں آیا کہ عشق ایک ایسی شئے ہے کہ سب چیزوں کو پھونک کر خود ہی رہ جاتا ہے چنانچہ اگر کوئی کسی کسبی وغیرہ پر عاشق ہو جاتا ہے تو مال بیوی بچے باغ مکان حتیٰ کہ اپنی جان تک اُس کے واسطے ضائع کر دیتا ہے ایک رئیس کو بیلوں کا عشق تھا

بزرگوں نے جو عشق مجازی کا امر کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے

ہزار ہا روپیہ اُس میں ضائع کر دیا ہمارے اُستاد حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کتابوں کا شوق تھا خود نہ دیکھتے تھے مگر سینکڑوں کتابیں اس قسم کی خرید کر رکھ چھوڑیں تھیں غرض عشق وہ شئے ہے کہ سوائے معشوق کے سب کو فنا کر دیتا ہے۔ ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

اس لئے اِن بزرگوں نے تجویز کیا کہ طالب کے اندر عشق پیدا کرنا چاہیئے خواہ کسی شئے کا ہو اس واسطے وہ اول دریافت کرتے تھے کہ کسی پر عاشق بھی ہو۔ پس معلوم ہوا اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی ہی کا عشق ہو۔ بھینس کا عشق بھی اُس کے لئے کافی ہے اس لئے کہ مقصود تو یہ ہے کہ تمام اشیاء سے توجہ منصرف ہو کر ایک طرف ہو جاوے تاکہ پھر اُس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف سہل ہو جاوے چنانچہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس مُرید ہونے کو آیا اُنھوں نے دریافت فرمایا کہ کسی شئے سے تم کو محبت ہے اُس نے کہا کہ مجھکو اپنی بھینس سے محبت ہے فرمایا کہ جاؤ چالیس روز تک بھینس کا تصور کرو" لیکن خدا کے لئے اور لوگ اس کا وظیفہ نہ کرلیں اس لئے کہ ہر شخص کی حالت جدا ہے کسی کے لئے کچھ مناسب ہے کسی کے لئے کچھ کہیں طبیب اور اُس کے احمق شاگرد کا سا قصہ نہ ہو جاوے وہ یہ ہے کہ ایک طبیب تھے وہ کسی مریض کو دیکھنے گئے پہلے روز کی حالت سے اُس روز کچھ تغیر پایا تو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے اُس سے تم کو یہ تکلیف بڑھ گئی اُس نے کہا حضور بیشک نارنگی کھائی ہے جب وہاں سے فارغ ہو کر آئے تو راستہ میں شاگرد صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ اُس نے نارنگی کھائی حکیم صاحب نے فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ اُس کے مزاج اور حالت دیکھ کر مجھکو معلوم ہو گیا کہ کوئی بارد شئے اُس نے کھائی اور نارنگی کی تعیین اُس سے ہوئی کہ اُس کی چارپائی کے نیچے میں نے نارنگی کے چھلکے دیکھے (ٹھنڈی چیز) شاگرد صاحب احمق تو تھے ہی جب طب پڑھ کر فارغ ہوئے تو کسی رئیس کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے اُن کی چارپائی کے نیچے نمدہ پڑا تھا فرماتے ہیں کہ بس معلوم ہو گیا آپ کو جو یہ مرض ہوا آپ نے نمدہ کھایا ہے حاضرین سب ہنس پڑے اور طبیب کا حمق سب پر واضح ہو گیا تو خدا کے واسطے ایسا قیاس نہ کیجئے کہ آج سے نماز روزہ ذکر شغل چھوڑ کر بھینس کا تصور باندھ کر بیٹھ جاؤ کہ یہ اُس شخص کی خصوصیت تھی۔ الحاصل اُن بزرگ نے فرمایا کہ جاؤ بھینس کے تصور کا چلہ کیجئے اور چالیس روز کے بعد ہم کو خبر دو چنانچہ پانچ وقت نماز سے فارغ ہو جاتے اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر اُسی بھینس کا تصور کیا کرتے۔ جب چالیس روز پورے ہو گئے تو پیر صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ بیٹا باہر آؤ کہتے ہیں کہ حضور باہر کیسے آؤں بھینس کے سینگ اڑتے ہیں پیر نے شاباشی دی کہ مقصود حاصل ہو گیا سب روگ جاتے رہے اب صرف بھینس رہ گئی اُس کا نکل جانا سہل ہے پس اس تقریر

سے معلوم ہوا کہ اس کے لئے کسی عورت یا لڑکے کا عشق ضروری نہیں ہے بلکہ اس میں سخت خطرہ ہے کہ اُس لونڈے یا عورت ہی میں نہ رہ جاوے اور مقصود اصلی سے محروم رہے اس لئے قصداً ہرگز اس کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر اضطراراً بلا قصد اس میں ابتلا کسی کو ہو جائے تو وہ بھی وصول کے لئے خاص شرائط کے ساتھ بعض اوقات ذریعہ ہو جاتا ہے ؎ عاشقی گرزیں سرو گرزاں سرست + عاقبت مارا بداں شہ رہبراست (عشق چاہے ادھر کا ہو چاہے ادھر کا۔ آخر میں وہ ہمیں خدا تک پہنچاتا ہے ۱۲ سراج) مگر اُس کی چند شرطیں ہیں اول تو یہ ہے کہ اُس کے پاس نہ رہے نہ اُس کو دیکھے نہ کلام کرے نہ اُس کی آواز سُنے حتی الوسع دل سے بھی اُس کو زائل کرنے کی فکر کرے غرض حتی الامکان اُس سے بچے اگرچہ اس طرح کرنا نفس کو بیحد شاق ہوگا لیکن ہمت نہ توڑے اور دل کو مضبوط کر کے اُس پر عمل کرے چند روز کے بعد ایسا کرنے سے اُس کے قلب میں ایک سوزش پیدا ہوگی اور نتیجہ اُس کا یہ ہوگا کہ جاہ مال اولاد سب کی محبت جاتی رہے گی اب اُس میں مادہ تو محبت کا پیدا ہو چکا ہے شیخ کامل اُس کو مائل الی الحق کر دے گا اس صورت سے عشق مجازی وصول الی الحقیقۃ کا ذریعہ بن جاوے گا اور اگر اُس محبوب سے جُدا نہ ہوا بلکہ اُس سے اختلاط رکھا ہم کلام ہمنشیں ہوا تو پھر اسی بلا میں پھنسا رہے گا اور کسی دن بھی اس کو اس سے خلاصی نہ ہوگی چنانچہ خود مُلّا جامی جن کے کلام سے عشق مجازی کی تحصیل پر استدلال کیا جاتا ہے آگے چل کر فرماتے ہیں ؎ ولے باید کہ در صورت نمانی + وزیں پل زود خود را بگذرانی (لیکن مجاز میں پھنس کر نہ رہ جانا ہے اس پُل سے جلد گزر جانا چاہیئے ۱۲ سراج) مولانا اسی عشق کے بارہ میں فرماتے ہیں ؎ عشق با مردہ نباشد پائدار + عشق را باحی و باقیوم دار + عشق ہائے کز پئے رنگے بود + عشق نبود عاقبت ننگے بود (مرنے والوں کے ساتھ عشق مضبوط نہیں ہوتا۔ زندہ اور قائم ذات یعنی اللہ کے ساتھ عشق کرو۔ جو عشق محض ظاہری رنگ سے ہوگا وہ عشق نہیں آخر میں وہ باعث شرم ہوگا۔ ۱۲ سراج) آگے فرماتے ہیں ؎ غرق عشقے شو کہ غرق است اندریں + عشق ہائے اولین و آخریں + (ایسے عشق میں ڈوب جاؤ کیونکہ اسی میں تمام اولین و آخرین کے عشق میں غرق ہیں ۱۲ سراج) پھر یہاں پر شبہ ہوتا تھا کہ ہم جیسوں کو عشق حقیقی تک رسائی کہاں ممکن ہے اُس کا جواب دیتے ہیں ؎ تو مگو مارا بداں شہ بار نیست + با کریماں کارہا دشوار نیست (تم یہ نہ کہو کہ ہمیں اس بادشاہ کے یہاں رسائی نہیں۔ اللہ کریم ہیں اور کریم کو کوئی بات مشکل نہیں ۱۲ سراج) یعنی اُن کو کچھ مشکل نہیں تم کو مشکل نظر آتا ہے تم ذرا اُس طرف متوجہ ہو کر تو دیکھو وہ خود تم کو اپنے قریب کر لیں گے وہ دُنیا کے محبوبوں کی طرح نہیں ہیں کہ عشاق مر جاتے ہیں اور وہ نخرے کرتے ہیں یہ ہے غرض۔ اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خوب نظر بازی کرتے مزے اُڑائیں اور سمجھیں کہ ہم صوفی ہیں ہم کو سب حلال ہے اور یہ فعل ہمارا قرب کا واسطہ ہے استغفر اللہ قرب سے اس کو کیا واسطہ! یہ تو بہت بعید کر دینے والا ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے چنانچہ حدیث میں ہے انا غیور واللہ اغیر منی ومن غیرتہ حرم الفواحش ماظھر منھا وما بطن (میں بھی صاحب غیرت ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والے ہیں اور غیرت ہی کے باعث اللہ نے ظاہری اور باطنی فواحش کو حرام کر دیا ہے ۱۲ سراج)

غیر محرم سے تعلق میں اور بدنگاہی کے مرض میں بعض پیر بھی مبتلا ہیں

اور یہ سب فواحش ہیں آنکھ سے دیکھنا ہاتھ سے پکڑنا پاؤں سے چلنا کیونکہ ان سب کو شارع نے زنا ٹھیرایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں العینان تزنیان وزنا ھما النظر والاذنان تزنیان وزنا ھما الاستماع واللسان یزنی وزناہ النطق والیدان تزنیان وزنا ھما البطش الحدیث۔ یعنی کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں اور اُن کا زنا دیکھنا ہے اور کان زنا کرتے ہیں اور اُن کا زنا سُننا ہے اور زبان بھی زنا کرتی ہے اور اُس کا زنا بولنا ہے (یعنی کسی عورت اور لڑکے سے شہوۃ کی راہ سے باتیں کرنا) اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور اُن کا زنا (غیر محرم) کو پکڑنا ہے اور جب یہ فواحش ہیں اور فواحش پر غیرت حق اوپر معلوم ہو چکی ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ افعال نہایت ناپسند ہیں اور افسوس ہے کہ بعضے پیر بھی اس میں مبتلا ہوتے ہیں کہ عورتیں اُن سے پردہ نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ یہ تو بجائے باپ کے بلکہ باپ سے بھی زیادہ ہیں اور بے حیا بے محابا سامنے آتی ہیں اور بڑے بے حیا و دیوث وہ مرد ہیں جو ایسے پیروں کے سامنے اپنی بیٹیوں بہوؤں کو آنے دیں بعض جگہ تو ایسا سُنا گیا ہے کہ مریدنیاں تنہا مکان میں جاتی ہیں اور مرید ہوتی ہیں نعوذ باللہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون ہوگا حضورؐ سے عورتیں پردہ کرتی تھیں ساری امت کی عورتیں آپ کی روحانی بیٹیاں ہیں اور حضورؐ خود معصوم کسی قسم کے وسوسہ کا بھی شائبہ نہیں لیکن باوجود اس کے پھر پردہ کا حکم تھا اور ازواج مطہرات تمام امت کے مردوں عورتوں کی مائیں تھیں چنانچہ ارشاد ہے وازواجہ امھاتھم اور کسی کو اُن کی نسبت توبہ توبہ وسوسہ تک بھی شرکا نہ تھا لیکن باوجود اس کے ارشاد ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔ یعنی اپنے گھروں میں جمی رہو باہر نہ نکلو اور فرماتے ہیں ولا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض یعنی نرم بات مت کرو کہ جس کے قلب میں روگ ہے وہ طمع کرے گا چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جیسے مردوں کے لئے خوش اخلاقی صفت حمیدہ ہے

عورتوں کے لئے اغیار کے ساتھ بدخلقی صفت حمیدہ ہے

عورتوں میں بداخلاقی صفت حمیدہ ہے یعنی غیر مردوں سے نرمی اور میٹھی میٹھی باتیں نہ کریں اور نہ تند مزاجی سے بلکہ ایسے انداز سے بات کریں کہ اس کو مضمون مفہوم ہو جائے۔ ورکسی قسم کی طمع اس کے قلب میں نہ آوے نہایت خشکی و صفائی سے بات کریں البتہ اپنے خاوند اور دوسری عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی برتیں اللہ اکبر یہ خاندان نبوت کا انتظام ہے آج کون ہے وہ شخص کہ اُن سے زیادہ اپنے کو مقبول کہے بلکہ یہ وقت چونکہ فتنہ کا ہے اس لئے نہایت سخت انتظام کی ضرورت ہے

ایک بزرگ کی حکایت

ایک بزرگ تھے وہ اس میں احتیاط نہ کرتے تھے اس لئے کہ بوڑھے بہت تھے غیر اولی الاربہ میں داخل ہو گئے تھے (جنکو خواہش نہ ہو ۱۲ سراج) اس لئے اُن کو عورتوں سے زیادہ اجتناب (پرہیز) نہ تھا ایک دوسرے بزرگ نے اُن کو نصیحت کی انھوں نے نہ مانا اُن بے احتیاط بزرگ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا یہ مسئلہ پوچھا حضورؐ نے فرمایا کہ اگر مرد جُنیدؒ ہو اور عورت رابعہ بصریہ ہو اور وہ دونوں ایک جگہ تنہا ہوں تو ثالث اُن کا شیطان ہوگا اور آدمی خواہ کسی قدر بوڑھا ہو جاوے لیکن مادہ تو اُسکے اندر باقی رہتا ہی ہے وہ فرشتہ تو ہے نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ کچھ نہ کر سکے لیکن نظر سے تو محفوظ نہیں رہ سکتا اور کیسے محفوظ رہ سکتا ہے مرد کے اندر تو عورت کی طرف میلان خلقۃً پیدا کیا گیا ہے کوئی اُس فطری جوش کو کیسے روک سکتا ہے

مرد خواہ کسی قدر بوڑھا ہو عورتوں کو اس سے پردہ واجب ہے

گنج مراد آباد میں ایک بزرگ تھے جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب تقریباً ایک سو دس برس کی اُن کی عمر ہوئی۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا جاڑے کا موسم تھا صبح کو اُٹھ کر خادم کو آواز دی ارے فلانے مجھکو کچھ شبہ سا ہو گیا ہے جی چاہتا ہے کہ نہالوں طبیعت صاف ہو جاوے گی چنانچہ خادم نے پانی رکھد یا اُسی جاڑے میں غسل فرمایا بتلایئے اگر کچھ نہ رہا تو شبہہ کیسا ایک مرتبہ کانپور میں ہمارے گھر بہت عورتیں آئیں اُس میں اختلاف تھا کہ حضرت مولانا صاحب موصوف سے پردہ چاہیئے یا نہیں میں نے یہ اختلاف سُن کر یہ حکایت اُن کو سُنائی اور کہا کہ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ پردہ ضروری ہے یا نہیں سب سُن کر چُپ ہو رہیں حضرت جب سَو برس کی عمر میں یہ قصہ ہو سکتا ہے تو پچاس برس کی عمر میں اب کیا مشکل ہے اور بہت سے پیر جوان بھی ہوتے ہیں اور آجکل تو پیر بننا کچھ بھی مشکل نہیں ہے لمبے لمبے بال ہوں موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہو رنگا کُرتا ہو بس پیر ہو گئے پھر وہ خواہ عورتوں کو گھوریں لونڈوں کو تکیں حرام حلال میں کچھ امتیاز نہ کریں اُن کی پیری ایسی مضبوط ہے کہ وہ کہیں سے نہیں جاتی بلکہ جس قدر کوئی خلاف شرع ہو گا اُسی قدر زیادہ مقبول ہے اور جس قدر حدود شرعیہ کے اندر ہو گا وہ پیری سے دور ہے وہ تو نرا مُلّا ہے یہ تو مردوں کی حالت تھی اب عورتوں کی کیفیت سُنئے بعض عورتیں ایسی بیحیا ہوتی ہیں کہ وہ خود مردوں کو دیکھتی ہیں یا پردہ وغیرہ اُٹھا دیتی ہیں کہ دوسرا مرد اُن کو دیکھ لیتا ہے اور احتیاط نہیں کرتیں حدیث میں لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ (اللہ لعنت کرے گھورنے والے اور گھورانے والی پر ۱۲ سراج) اس کے متعلق جو یوں عورتوں سے کہا جاتا ہے نصیحت کی جاتی ہے تو کہتی ہیں کہ اُنہ ایک دفعہ دیکھ کر پھر کیا دیکھے گا ساری عمر ترسے گا۔ جو بڑی پردہ نشین کہلاتی ہیں اُن کی یہ حالت ہے کہ خاوند کے سامنے تو بھنگن ہی بنی رہیں گی اور اگر کہیں جاویں گی تو تمام زیب وزینت ختم کر کے بیگم بن کر جاویں گی سخت بیحیائی کی بات ہے کہ خاوند جس کے لئے زیب و زینت کا حکم ہے اُس کے سامنے تو زینت نہ کی جاوے اور دوسروں کے دیکھنے کے لئے کی جاوے چاہیئے تو یہ کہ اُس کے برعکس ہو۔ بعض عورتیں دولھا دولہن اور بارات کو دیکھتی ہیں اور اُن کے مرد بھی کچھ نہیں کہتے اسی طرح دوسری بے احتیاطی قابل نظر ہے وہ یہ کہ بعض مرد بڑے بے احتیاط ہوتے ہیں کہ گھر میں پکار کر نہیں جاتے ذرا کھنکارا اور فوراً اندر گھُس گئے اور اکثر عورتیں بھی ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی سے اُترنے سے پہلے تحقیق نہیں کراتیں کہ کوئی مرد تو اندر نہیں ہے۔ میں ایک دفعہ بیمار تھا بہت عورتیں ڈولی سے عیادت کے لئے آئیں اور بلا تحقیق اندر آ گئیں میں نے اُن کو خوب بُرا بھلا کہا اور جب عورتیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں اُس وقت اور زیادہ بے حیائی ہوتی ہے چنانچہ بسا اوقات بے کہے اُس گھر کے مرد دروازے میں آ کر سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اندر کسی نے مُنہ پھیر لیا کسی نے آنچل سے مُنہ ڈھک لیا کوئی کسی کے پیچھے ہو گئی اور طرفہ یہ کہ ہر ایک یہ جانتی ہے کہ مجھکو نہیں دیکھا حالانکہ اُس نے سب کو دیکھ لیا خلاصہ یہ کہ آنکھوں کا گناہ سخت ہے اور اُس میں بہت ابتلا ہو رہا ہے اس کا بہت انتظام کرنا چاہیئے اپنا بھی اور گھر والوں کا بھی اور اس کا علاج سہل یہ ہے کہ راہ میں چلنے کے وقت نیچی نگاہ کر کے چلنا چاہیئے اِدھر اُدھر نہ دیکھے انشاء اللّٰہ تعالیٰ محفوظ رہے گا شیطان جب مردود ہوا تو اُس نے کہا تھا لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ

بعض عورتیں بھی مرض بدنگاہی میں مبتلا ہیں

تفسیر آیت لاقعدن لهم الخ

الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ یعنی میں اُن کے (گمراہ کرنے کے) لئے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا پھر اُن کے پاس آؤں گا اُن کے سامنے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے چار سمتیں تو اُس نے بتلائیں اور دو سمتیں باقی رہیں اوپر اور نیچے بزرگانِ دین نے اس میں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ اوپر نیچے کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اکثر گناہ چار سمتوں سے ہوتے ہیں پس بچنے کی دو صورتیں رہیں یا تو

ایک بزرگ حافظ البصر کی حکایت

اوپر دیکھ کر چلو یا نیچے دیکھ کر مگر اوپر دیکھنے میں تو گر جانے اور آنکھ میں کچھ پڑ جانے کا اندیشہ ہے اس لئے نجات کے لئے یہی شق متعین ہوئی کہ نیچے دیکھ کر چلیں قال اللہ تعالیٰ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلیں) ایک بزرگ تھے وہ بات کرنے کے وقت مردوں کو بھی نہ دیکھتے تھے اُن سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا کہ دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جن کو میں پہچانتا ہوں اور دوسرے وہ جن کو میں نہیں پہچانتا جن کو پہچانتا ہوں اُن کو بلا دیکھے بھی آواز سے پہچان لیتا ہوں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے اور جن کو نہیں پہچانتا اُن کے دیکھنے سے کیا فائدہ ہے سبحان اللہ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ (اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار و لایعنی باتیں چھوڑ دے ۱۲ سراج) پر عمل اس کو کہتے ہیں بعض

ایک بزرگ کی حکایت کہ ان کو بدنگاہی پر دنیا میں سزا ملی

بزرگوں نے اس نظر کے گناہ سے بچنے کے واسطے جنگل میں رہنا اختیار کر لیا ہے۔ شیخ شیرازی فرماتے ہیں ؎

بزرگے دیدم اندر کوہسارے ✦ قناعت کردہ از دنیا بغارے ✦ چرا گفتم بشہر اندر نیائی ✦ کہ بارے بندے از دل برکشائی

بگفت آنجا پری رویان نغزند ✦ چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند۔ (یعنی میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ دُنیا سے منہ موڑ کر پہاڑ کے غار میں رہتا تھا۔ میں نے کہا شہر میں کیوں نہیں آتے کہ ذرا دل بہلے کہنے لگے وہاں حسین لوگ ہیں اور جہاں پھسلن ہو وہاں تو ہاتھی بھی پھسل جاتے ہیں ۱۲ سراج) ایک بزرگ طواف کر رہے تھے اور ایک چشم تھے اور کہتے جاتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ (خدایا تیرے غصے سے تیری پناہ) کسی نے پوچھا کہ اس قدر کیوں ڈرتے ہو کیا بات ہے کہا میں نے ایک لڑکے کو بُری نظر سے دیکھ لیا تھا غیب سے چپت لگی اور آنکھ پھوٹ گئی اس لئے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے حضرت جنید چلے جا رہے تھے ایک حسین لڑکا نصرانی کا سامنے سے آ رہا تھا ایک مرید نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو نے

حسن پسندی کے معنی

اس کو نظرِ استحسان سے دیکھا ہے عنقریب اس کا مزہ تم کو معلوم ہوگا چنانچہ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ شخص قرآن بھول گیا نعوذ باللہ بعضے سچے بزرگ حسن پسند ہوئے ہیں بعض کو اُس سے دھوکہ ہو گیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ حُسن پرست تھے تو ہم اگر ایسا کریں تو کیا مضائقہ ہے سبحان اللہ کیا استدلال ہے بات یہ ہے ؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

مرزا مظہر جانِ جاناں رح کی نزاکت کی حکایت

گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر (نیکوں کی بات کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) لکھنے میں یکساں ہیں مگر پھر بھی بہت فرق ہے ۱۲ سراج) میں اُن کی حُسن پرستی کی حقیقت بتلاتا ہوں کہ وہ اس معنی کر حُسن پرست نہ تھے جیسے کہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ اُن کو ہر حسین شئے اچھی معلوم ہوتی تھی اور ہر بُری بے قاعدہ شے سے اس قدر نفرت تھی کہ اُن کو بدصورت اور بے ڈھنگی شئے دیکھنے سے تکلیف ہوتی تھی چنانچہ حضرت مرزا صاحب کو جب کہیں جانا ہوتا تھا تو پالکی میں بیٹھ کر جاتے تھے اور پالکی کے پٹ بند کر دیا کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ پٹ کیوں بند کرا دیتے ہیں فرمایا کہ راستہ میں

بازار وغیرہ ملتے ہیں اُس میں بعض دوکانیں بے قاعدہ بنی ہوئی ہوتی ہیں مجھکو دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے
تھانہ بھون کے قاضی صاحب مع اپنے ایک ہمراہی کے مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس ہمراہی کو ناک
صاف کرنے کی ضرورت ہوئی وہ اُٹھ کر چلا تو مرزا صاحب کی نظر پیچھے سے اُس کے پائجامے پر پڑ گئی سب چُنٹیں
پائجامے کے پیچھے تھیں مرزا صاحب کے سر میں درد ہو گیا اور فرمایا کہ قاضی صاحب اس شخص کے ساتھ آپ کا کیسے
گذر ہوتا ہو گا اکبر شاہ ثانی جو کہ بادشاہ وقت تھا ایک مرتبہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ کو پیاس
لگی کوئی خادم اس وقت موجود نہ تھا خود اُٹھ کر پانی پیا اور پانی پی کر صراحی پر کٹورا ٹیڑھا رکھ دیا مرزا صاحب
کے سر میں درد ہو گیا اور طبیعت پریشان ہو گئی لیکن ضبط فرمایا چلتے وقت بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے یہاں
کوئی آدمی خدمت کے لئے نہیں ہے۔ اگر ارشاد ہو تو کوئی آدمی بھیج دوں اب تو مرزا صاحب سے نہ رہا گیا جھنجھلا کر
فرمایا کہ پہلے تم تو آدمی بنو کٹورا ٹیڑھا رکھدیا میری طبیعت اب تک پریشان ہے ایک شخص نے مرزا صاحب کی خدمت
میں انگور بھیجے بہت نفیس اور وہ منتظر داد کے ہوئے مگر مرزا صاحب ساکت تھے آخر اُس نے خود پوچھا کہ حضرت
انگور کیسے تھے فرمایا کہ مُردوں کی بُو آتی تھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں انگور بوئے گئے تھے وہ انگور وہاں
سے آئے تھے مرزا صاحب کے اندر حُسن پسندی تھی تو وہ طبعی تھی طبیعت کی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی تھی کہ
ہر اچھی شے پسند فرماتے تھے اُن کے نفس میں بُرے خیال کا شائبہ بھی نہ تھا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بچپن میں
بھی بدصورت کی گود میں نہ جاتے تھے بھلا اُس وقت کیا احتمال ہو سکتا ہے۔ خواجہ میر درد کی نسبت لوگوں نے
آکر مرزا صاحب سے عرض کیا کہ خواجہ صاحب راگ سُنتے ہیں فرمایا کہ بھائی وہ کن رس میں مبتلا ہیں میں آنکھ رس
میں یعنی اُن کو کانوں کا مرض ہے مجھ کو آنکھوں کا آپ نے اس کو بھی مرض سے تعبیر فرمایا ایک بزرگ کی کیفیت یہ
تھی کہ حسین لڑکے اُن کی خدمت کرتے تھے اور گاہ گاہ اُن کو پیار بھی کرتے تھے ایک روز اُن کے ایک مُرید نے
بھی ایک لڑکے کو پیار کر لیا پیر سمجھ گئے کہ اس نے میرا اتباع کیا ہے ایک روز بازار میں گئے لوہار کی دوکان پر دیکھا
کہ لوہا سُرخ انگارہ سا ہو رہا ہے پیر صاحب نے فوراً جاکر اُس کو پیار کر لیا اور اُس مُرید سے فرمایا کہ آئیے
تشریف لائیے اس کو بھی پیار کیجئے پھر تو یہ گھبرائے اُس وقت اُنھوں نے اُن کو ڈانٹا کہ خبردار ہم پر اپنے کو
مت قیاس کرو ایک بزرگ کو دیکھا گیا کہ ایک حسین لڑکے سے پاؤں دبوا رہے ہیں ایک شخص کو وسوسہ ہوا کہ
یہ کیسے شیخ ہیں لڑکے سے پاؤں دبواتے ہیں فرمایا۔ کہ آگ کی انگیٹھی اُٹھا لاؤ دہکتی آگ میں پاؤں رکھ دئے اور
یہ فرمایا کہ ہم کو کچھ حس نہیں ہمارے نزدیک یہ آگ اور یہ لڑکا برابر ہے لیکن یاد رکھو کہ ایسے بزرگوں سے جن کا
ظاہر خلاف شرع نظر آوے بیعت ہونا جائز نہیں محققین کی یہ شان نہیں ہے جو لوگ مسند ارشاد پر متمکن ہوتے ہیں
اور "العلماء ورثۃ الانبیاء" (سچے عالم نبیوں کے وارث ہیں ۱۲ سراج) کے خطاب سے مشرف ہیں وہ بالکل متبع سنت نبویہ
کے ہوتے ہیں اُن کی ہر وضع سنت کے موافق ہوتی ہے اور تہمت اور بدگمانی کے موقع سے بچنا بھی سنت ہے چنانچہ

حضورؐ کی شان اس باب میں یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں معتکف تھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جوکہ ازواج مطہرات میں ہیں وہاں تشریف لائیں واپسی کے وقت حضورؐ اُن کے پہنچانے کے لئے اُن کے ساتھ دروازے تک کہ وہ مسجد ہی کی طرف تھا تشریف لائے سامنے دیکھا کہ دو شخص آرہے ہیں فرمایا کہ علی رسلکما یعنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ یہاں پردہ ہے اور اُس کے بعد فرمایا" انہا صفیۃ" یعنی یہ عورت صفیہ تھی اور کوئی اجنبیہ نہ تھی فکبُرَ علیھما ذالک یعنی یہ بات اُن دونوں پر بہت بھاری ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپ پر ایسا گمان ہوسکتا ہے فرمایا شیطان ابن آدم کے اندر بجائے خون کے دوڑتا ہے مجھے خیال ہوا کہ کبھی وہ تمہارے ایمان کو نہ تباہ کردے پس جو لوگ ارشاد کی شان لئے ہوئے ہیں وہ تو ایہام سے بھی بچتے ہیں ایسے حضرات قابل بیعت ہیں باقی جن کا ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو اُن میں بعض تو ایسے ہیں کہ مکار ہیں باطن بھی اُن کا موافق نہیں ہے وہ مردود ہیں اور بعض سے ہیں کہ باطن اُن کا بالکل شریعت کے موافق ہوتا ہے لیکن ظاہر اُن کا ہماری سمجھ میں نہیں آتا اُن پر اعتراض نہ کرے اور نہ اُن کا اتباع کرے غرض مرشد ایسے کو بناوے جو ظاہراً باطناً پاک صاف ہو۔

ف خلاصہ یہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی دلیل اور سہارا بدنگاہی کے متعلق نہیں بدنگاہی ہر پہلو سے حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں وما تخفی الصدور یعنی جس شے کو سینے میں چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کو بھی جانتے ہیں یہ پہلے سے اشد ہے یعنی معصیت صرف نگاہ ہی سے نہیں بلکہ دل سے بھی ہوتی ہے بہت لوگ دل سے سوچا کرتے ہیں اور عورتوں و امردوں کا تصور کرتے ہیں اور خیال سے مزے لیتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم متقی ہیں خوب سمجھ لو کہ یہ سب تلبیس ابلیس لعین ہے بلکہ بعض مرتبہ دل کے اندر سوچنے سے اور دل کے اندر باتیں کرنے سے اور زیادہ فتنہ ہوتا ہے کیونکہ نگاہ کرنے میں تو بعض مرتبہ قبیح وہ بدصورت ثابت ہوتا ہے اور دل کے اندر باتیں کرنے میں تو طبیعت کو زیادہ لگاؤ ہوجاتا ہے اور قلب سے کسی طرح وہ بات نہیں نکلتی بلکہ محض نگاہ نہ کرنے سے اپنے کو صاحب مجاہدہ سمجھ کر زیادہ مقرب سمجھتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ دل میں متمتع (لطف اُٹھاتا ہوں) ہورہا ہوں تو مجاہدہ کہاں رہا غرض اس کا انسداد بھی بہت ضروری ہے اور چونکہ قلب کے اندر کانوں کے واسطے سے بھی باتیں اس قسم کی پہنچتی ہیں اس لئے جس طرح آنکھوں کی حفاظت ضروری ہے کانوں کی نگہداشت بھی ضروری ہے کہ ایسے قصے اور حکایات نہ سُنے نہ ایسے مقام پر جاوے جہاں گانا بجانا ہورہا ہو بعض مرتبہ خود قلب ہی سے معصیت صادر ہوتی ہے صدور کے وقت آنکھ کان کا واسطہ نہیں ہوتا مثلاً پہلی دیکھی ہوئی صورتیں یاد آتی ہیں اور اُن سے التذاذ (مزہ لیتا ہے) ہوتا ہے اور ف معصیت قلب کا معصیت اعلین سے اشد (سخت) ہونا ایک اور وجہ سے بھی ہے وہ یہ کہ قلب سے سوچنے اور آنکھوں سے دیکھنے میں ایک فرق بھی ہے یعنی آنکھوں کے گناہ (آنکھ کے گناہ) میں تو نفس فعل کو کوئی دیکھ بھی سکتا ہے گو نیت پر مطلع نہ ہو اور دل کے اندر سوچنے کے فعل کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا اس کی اطلاع سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں اس سے وہی بچے گا جس کے قلب میں تقویٰ ہو۔ ف اس کے بعد سمجھنا چاہیئے کہ اس مرض کے ازالہ میں تین درجہ ہیں قلب کو باوجود تقاضے کے روکنا

ف بیعت کے قابل وہ حضرات ہیں جو متبع سنت ہیں

ف جیسے بدنگاہی حرام ہے اسی طرح دل سے سوچنا بھی حرام ہے

ف معصیت قلب معصیت عین سے اشد ہے

ف اس مرض کے ازالہ کے تین درجے

اول درجہ علاج قلب کو روکنا اور اس کا سہل طریق

تقاضے کو ضعیف کر دینا اور قلع المقتضے یعنی مادہ ہی کا قلع قمع کر دینا ان میں سے قلب کو روکنا یعنی دل کو خود اس طرف متوجہ نہ ہونے دینا یہ امر تو اختیاری ہے کہ اگر آپ سے آپ جائے تو تم اس کو روکو اور اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ جب قلب کسی حسین کی طرف مائل ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً کسی کریہ المنظر بدشکل بدصورت بدہیئت کی طرف دیکھو اگر کوئی موجود نہ ہو کسی ایسے بدصورت کا خیال باندھو کہ ایک شخص ہے کالا رنگ ہے چیچک کے داغ ہیں آنکھوں سے اندھا ہے سر سے گنجا ہے رال بہہ رہی ہے دانت آگے کو نکلے ہوئے ہیں ناک سے نکٹا ہے ہونٹ بڑے بڑے ہیں رینٹ بہہ رہا ہے اور مکھیاں اس پر بیٹھی ہیں گو ایسا شخص دیکھا نہ ہو مگر قوت متخیلہ سے تراش لو کیونکہ تمہارے دماغ میں ایک قوت متخیلہ ہے آخر اس سے کسی روز کام تو لوگے

دوسرا علاج تصور

متخیلہ کا کام تو جوڑ کا ہے جب ایسا شخص فرض کیا جا سکتا ہے اس کا مراقبہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ وہ فساد جو حسین کے دیکھنے سے قلب میں ہوا ہے وہ جاتا رہے گا اور اگر پھر خیال آوے پھر یہی تصور کرو اور اگر یہ مراقبہ کفایت کے درجہ میں نافع نہ ہو اور بار بار پھر اسی حسین کا تصور ستاوے تو یوں خیال کرو کہ یہ محبوب ایک روز مرے گا اور قبر میں جاوے گا وہاں اس کا نازک بدن سڑ گل جاوے گا کیڑے اس کو کھائیں گے

دوسرا درجہ تقاضے کا ضعیف کرنا ہے اور اس کا علاج

یہ خیال تو فوری علاج ہے اور آئندہ کے لئے تقاضا پیدا ہونے کا علاج یہ ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت کرو دوسرے یہ کہ عذاب الٰہی کا تصور کرو تیسرے یہ کہ یہ تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کو مجھ پر پوری قدرت ہے طول مراقبات اور کثرت مجاہدات سے یہ چور دل میں سے نکلے گا۔ جلدی نہ جاوے گا جلدی نہ کرے اس لئے کہ

شاہ محمود کی حکایت

ایسا پرانا مرض ایک دن یا ایک ہفتہ میں نہیں جاتا یہاں مجھکو شاہ محمود غزنوی کی حکایت یاد آگئی محمود نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو ایک ہمراہی سپاہی نے ایک مندر میں جاکر دیکھا کہ ایک بوڑھا برہمن پوجا پاٹ کر رہا ہے سپاہی نے تلوار دکھلائی کہ کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو ورنہ اس تلوار سے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ برہمن نے کہا کہ حضور ذرا ٹھہریئے سپاہی نے پھر تقاضا کیا برہمن نے عرض کی حضور نوے برس کا رام تو دل میں سے نکلتے ہی نکلتے نکلے گا ذرا سی دیر میں کیسے نکل جاوے خوب کہا ہے ؎

صوفی نہ شود صافی تا در نکشد جامے　　بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

صوفی صاف نہ ہو سکے گا جب تک عشق الٰہی کا پیالہ نہ پی لے+ کچے آدمی کو پختہ کار بننے کے لئے بہت سفر درکار ہے ۱۲ سراج

تیسرا درجہ مادہ کا زوال یہ مطلوب نہیں

ہمت مت ہارو مجاہدہ کرتے رہو رفتہ رفتہ یہ تقاضا ضعیف ہو جاوے گا اور اگر قابو میں آجاوے گا کہ اپنے محل پر صرف ہوگا اور غیر محل کے لئے متحرک نہ ہوگا اور یہی مطلوب ہے تیسرا درجہ یہ کہ مادہ ہی منقطع ہو جاوے یعنی بالکل میلان ہی کبھی پیدا نہ ہو یہ وہ مرتبہ ہے کہ جس کو نادان سالک مطلوب سمجھتے ہیں اور اس کے حاصل نہ ہونے پر پریشان ہوتے ہیں یعنی جب اپنے اندر کسی وقت ایسا میلان پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا سب ذکر شغل و مجاہدہ ضایع گیا حتیٰ کہ ایسے کلمات پریشانی میں ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں کہ بے ادبی

اور گستاخی ہو جاتی ہے مثلاً ہم اتنے روز سے طلب حق میں رہے مگر ہم پر رحم نہیں آتا کہ ویسے ہی محروم ہیں یاد رکھو کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے یہ ہرگز مطلوب نہیں کہ مادہ منقطع ہو جاوے اور اگر مادہ جاتا رہے تو گناہ سے بچنے میں کوئی کمال نہیں اندھا اگر فخر کرے کہ میں دیکھتا نہیں کون فخر کی بات ہے دیکھے گا کیا دیکھنے کا آلہ نہیں عنین اگر عفت کا دعویٰ کرے تو کیا کمال ہے لطف اور کمال مطلوب تو یہ ہے گناہ کر سکو اور پھر اپنے دل کو روکو

نامرد

جس کا میں نے فوری علاج اور تقاضا روکنے کی تدبیر دونوں بیان کر دیے رہا مادہ زائل کر دینا یہ مطلوب ہی نہیں بلکہ اس کا زائل کرنا جائز ہی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مجھے اس گناہ پر متنبہ کرنا منظور ہے اس لئے کہ اس گناہ کا ابتلا عام تھا حتیٰ کہ جو نیک کہلاتے ہیں وہ بھی اس میں مبتلا ہیں خدا کے واسطے اس کا انتظام کرنا چاہئے افسوس منہ سے تو حق تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ اور غیر پر نظر افسوس صد افسوس اس وقت مجھ کو ایک حکایت یاد آگئی کہ

ایک عورت جا رہی تھی کوئی ہوا پرست اُس کے ساتھ ساتھ ہو لیا اس عورت نے پوچھا تم کون ہو اور میرے پیچھے کیوں آتے ہو کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہو گیا اس لئے آتا ہوں عورت نے جواب دیا کہ پیچھے میری ایک بہن آ رہی ہے وہ مجھ سے زیادہ حسین ہے وہ اُس کے دیکھنے کو پیچھے چلا اُس عورت نے اُس کے ایک دھول دی اور

کہا ؎ گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی　　در بیان دعوٰے خود صادقی

کہا کہ بیوقوف اگر تو عاشق ہے　　اور عشق کے دعوے میں سچا ہے

پس چرا بر غیر افگندی نظر　　این بود دعوٰے عشق اے بے ہنر

تو دوسری پر نظر کیوں ڈالی　　اے نالائق یہی ہے عشق کا دعوا ۱۲ اس

صاحبو اگر حق تعالیٰ سامنے کھڑا کر کے اتنا دریافت فرمالیں کہ تو نے ہم کو چھوڑ کر غیر پر کیوں نظر کی تو بتلائیے کیا جواب ہے یہ ہلکی بات نہیں اس کا بہت بڑا اہتمام کرنا چاہئے ایک اور تدبیر ہے جو مقوی ہے ان تدابیر کی وہ یہ کہ جب قلب میں ایسا خیال پیدا ہو تو ایسا کرو کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھو اور توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو جب نگاہ پڑے یا دل میں تقاضہ پیدا ہو فوراً ایسا ہی کرو ایک دن تو بہت سی رکعتیں پڑھنا پڑیں گی دوسرے دن بہت کم ایسا خیال آوے گا اُسی طرح بتدریج نکل جاوے گا۔ اس لئے کہ نفس کو نماز بڑی گراں ہے۔ جب دیکھے گا کہ ذرا سا مزا لینے پر یہ مصیبت ہوتی ہے یہ ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے پھر ایسے وسوسے نہ آویں گے۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سب آفات سے محفوظ رکھیں۔ آمین ثم آمین۔